دور حاضر میں اجتماعی اجتہاد کے محرکات کا جائزہ

Analysis of Motives of Ijtemai Ijtehãd in Present Era

Muhammad Pervaiz
PhD Scholar,Dept. of Islamic Studies & Shariah,Minhaj University Lahore:mbilalahmad190@gmail.com
Dr. Muhammad Mumtaz ul Hasan
Associate Professor, Department of Islamic Studies & Shariah, The Minhaj University Lahore, Pakistan:drmumtaz365@gmail.com

Abstract
Islam is a complete code of life which contains guidance for all aspects of life up to the living world. The main sources of Islam are Quran and Sunnah. If a clear solution to a problem is not found in the Qur'an and Sunnah, then its solution is deduced from the breadth and depth of the Qur'an and Sunnah in the light of Qiyas Ijtihad and the principles and rules of general rules. During the prophethood of Allah's last Messenger (ﷺ), the issues in which revelation was not revealed. They used to do ijtihad among them. In the same way, he ﷺ also trained the companions in ijtihad, after the death of ﷺ, this process of ijtihad was organized at the state and national level during the reign of the Rashidun Caliphs. Due to the expansion of the Islamic Empire during the period of the Tabi'in campaign, new problems emerged and the need and importance of ijtihad increased in daily life matters. Taba ta Bain and in the era of Imam Arba'ah, due to the interaction and mixing of Muslim Arabs with other nations, the complications in mutual affairs increased, the scholars formulated permanent rules and in their light, the process of ijtihad until its peak. delivered Many schools of thought came into existence and the imams of each school of thought wrote down their rules and principles. Thus, a huge body of knowledge came into existence in the name of Islamic jurisprudence, in which no doubt Shariah guidance was issued on millions of problems of life.

Keywords: Islam, ijtihad, ijtimahi ijtihad,

دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں زندگی کے تمام گوشوں کے لیے رہتی دنیا تک رہنمائی موجود ہے۔دین اسلام کے بنیادی مصادر قرآن و سنت ہیں۔اگر کسی مسئلے کا صریح حل قرآن و سنت میں موجود نہ ہو تو پھر قرآن و سنت ہی کی وسعتوں اور گہرائیوں سے اس کا حل قیاس اجتہاد اور قواعد عامہ کے اُصول وضوابط کی روشنی میں مستنبط کیا جاتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ دور نبوت میں جن مسائل میں وحی نازل

نہیں ہوتی تھی۔ان میں اجتہاد فرمالیا کرتے تھے۔اسی طرح آپ ﷺ نے صحابہ کرام کی بھی اجتہادی تربیت فرمائی آپ ﷺ کی وفات کے بعد خلفائے راشدین کے دور میں اجتہاد کا یہ عمل ریاستی و قومی سطح پر منظم ہوا۔ تابعین کے دور میں بھی سلطنت اسلامیہ کے وسیع ہو جانے کی وجہ سے نئے نئے مسائل سامنے آئے اور روزمرہ زندگی کے معاملات میں اجتہاد کی ضرورت و اہمیت اور بڑھ گئی۔تبع تابعین ہے اور ائمہ اربعہ کے زمانہ میں مسلمان عربوں کے دوسری اقوام کے ساتھ میل جول اور اختلاط کی وجہ سے باہمی معاملات میں پیچیدگیاں بڑھ گئیں،علماء نے مستقل اصول وضع کیے اور ان کی روشنی میں اجتہادی عمل کو اس کے عروج تک پہنچایا۔کئی ایک مکاتب فکر وجود میں آگئے اور ہر مکتب فکر کے ائمہ نے اپنے اصول و فروع کو مدون کیا۔چناچہ فقہ اسلامی کے نام سے ایک بہت بڑا علمی ذخیرہ وجود میں آگیا،جس میں بلا شبہ زندگی کے لاکھوں مسائل کے بارے میں شرعی رہنمائی جاری کی گئی تھی۔

سترہویں صدی ہجری کے صنعتی انقلاب بیسویں صدی ہجری کی معاشی،معاشرتی اور سیاسی تبدیلیوں اور ٹیکنالوجی کی ترقی نے جہاں سارے عالم کو متاثر کیا وہاں مذہب کی دنیا ان گنت سوال پیدا کر دیئے صنعتی ترقی اور معاشی تبدیلیوں کی وجہ سے کاروبار کی ہزاروں ایسی نئی شکلیں متعارف ہوئیں کہ جن کی شرعی حیثیت معلوم کرنا وقت کا ایک اہم تقاضا تھا۔انیسویں صدی کےاواخر اور بیسویں صدی کے آغاز میں عالم اسلام کے اکثر و بیشتر ممالک میں اجتہاد کی تحریکیں برپا ہوئیں۔بیسیویں صدی ہجری کے نصف آخر میں اجتماعی اجتہاد کے لیے کئی ایک قومی اور عالمی سطح کے اداروں کی بنیاد رکھی گئی تاکہ اس دور میں اجتہاد کے مشکل ترین عمل کو اجتماعی صورت میں فروغ دیا جائے۔

علمی وفکری وحدت

اجتماعی اجتہاد کے محرکات واسباب میں سے ایک بڑا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس سے امت مسلمہ میں فکری و علمی وحدت حاصل ہوگی۔ نئے پیش آمدہ مسائل میں جب مختلف مکاتب فکر،ممالک اور مدارس دینیہ سے تعلق رکھنے والے علماء فتوی جاری کرتے ہیں تو ایک ہی فتوے میں متعدد متضاد آراءسامنے آتی ہیں۔ذرائع ابلاغ کی ترقی کی وجہ سے یہ باہم متضاد فتاوی اسلامی معاشروں میں بہت تیزی سے پھیل جاتے ہیں اور سائلین کے لیے پریشانی کا باعث بنتے ہیں۔بعض اوقات تو یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک ہی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء کے فتاوی میں بھی اختلاف ہو جاتا ہے۔جیسا کہ پاکستان میں حنفی مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے بعض علماء اسلامی بینکاری کو جائز جبکہ بعض دوسرے

اس کو نا جائز قرار دیتے ہیں۔لہذا ایک ہی مسلک کے ماننے والوں کے مابین حلال و حرام کے اختلاف پیدا ہو گئے ہیں۔ بعض مسائل میں تو یہ اختلاف ایک دوسرے کے خلاف بیان بازی الزامی تقاریر جوابی تحریر اور طعن و تشنیع تک بھی پہنچ جاتا ہے۔ایسے حالات میں اجتماعی فتوی کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے تاکہ فقہی مسائل وفتاوی کے اختلافات کم سے کم واقع ہوں۔ڈاکٹر عبد المجید السوسوۃ لکھتے ہیں:

الأمة الإسلامية أحوج ما تكون إلى اجتماع كلمتها واتحاد رؤيتها في ما يحل مشاكلها لتبنى على ذلك توحدها في المواقف والتعاملات ولن يأتى ---الخ.[1]

امت اسلامیہ کو اس وقت ان تمام چیزوں کی شدید ضرورت ہے جن سے اس کی وحدت مضبوط ہوتی ہو اور علماء جن مسائل کا حل پیش کریں ان میں اتحاد رائے ہو تاکہ امت اپنی پالیسیوں اور باہمی تعامل میں یکسانیت پیدا کر سکے۔اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک امت باہم منافرت پیدا کرنے والی انفرادی آراء سے دور ہوتے ہوئے اپنے مسائل اور مشکلات کا حل ایسی اجتماعی رائے کے ذریعے حاصل کرنے کی کوشش نہ کرے جو امت کو جمع کر دے اور ان کی صفوں میں اتحاد پیدا کر دے۔ انفرادی آراء امت کے نظریات میں تفرقہ صفوں میں افتراق اور احکام میں تشدد پیدا کرتی ہیں۔ان وجوہات سے عامۃ الناس انفرادی فتاوی کے معاملے میں حیران و پریشان ہو جاتے ہیں۔امت کو عمومی مسائل میں ایک ہی رائے اور حکم کے حصول کی خاطر اسی طریقہ کار پر عمل کرنا چاہیے۔شاید اجتماعی اجتہاد ہی وہ رستہ ہے جس کے ذریعے اس مقصد کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔"

یہ بات بھی واضح رہے کہ امت کی علمی و فکری اتحاد کی اہمیت مسلم ہے لیکن اتباع حق کے جذبے پر اس محرک کو غالب نہیں ہونا چاہیے ۔مثال کے طور پر اگر کیمرے کی تصویر کے جواز و عدم جواز کے بارے میں کوئی مشورہ کرنے کے لیے علماء کی ایک جماعت باہمی مذاکرہ کرتی ہے۔ اور اگر اس مجلس کے بعض اراکین دلائل اور فکر و نظر کے اختلاف کے باوجود اجتماعی رائے کے حصول کی خاطر اپنی ان انفرادی آراء سے رجوع کر لیتے ہیں، جن کو وہ حق سمجھتے ہیں یا اتحاد امت کے جذبے کی

[1] الشرفی، عبدالحمید السوسوۃ، الاجتہاد الجماعی فی التشریع الإسلامی، (1997)، ص88

Al-Shàrfi, Abdūl Hàmïd Al-Süsùwà, Ijtimàhï Ijtihād ïn Islãmïc, (1997), p. 88

خاطر بغیر غور و فکر اور تحقیق کے مجلس کے اجتماعی فتوی کی ہاں میں ہاں ملا دیتے ہیں تو یہ ایک نامناسب طرز عمل ہے۔اسلام میں اجتماعیت مطلوب ہے لیکن اس قدر بھی نہیں کہ مصنوعی طور پر پیدا کی جائے بلکہ باہمی آزادانہ مشاورت اور بحث و تمحیص کے نتیجے میں اگر علماء کی ایک جماعت کا کسی مسئلے کے شرعی حل پر اتفاق ہوتا نظر آتا ہے تو یہ مستحسن امر ہے۔ پس اجتماعیت کے حصول کے جذبے کو اتباع حق پر غالب نہیں آنا چاہیے۔

مذہبی و گروہی تعصب میں کمی

بعض علماء کا کہنا ہے کہ انفرادی اجتہاد نے مذہبی و گروہی تعصب بڑھا دیا ہے۔ ہر مذہب و مسلک کے علماء اپنی انفرادی حیثیت میں فتاوی جاری کرتے ہیں جو عموماً اپنے موقف کے اثبات سے زیادہ دوسرے کی رائے پر تنقید پر مشتمل ہوتے ہیں۔بعض اوقات یہی فتاوی جات مختلف مسالک کے علماء یا علمی حلقوں کے مابین مناظرے کی صورت بھی اختیار کر جاتے ہیں۔ایک دوسرے کے رد میں کتابیں اور علمی مقالے تحریر کیے جاتے ہیں اور مخالف مکتب فکر کو نیچا دکھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔اپنے مسلک کے بڑوں کی تعریف میں قصیدے پڑھے جاتے ہیں اور مخالف مذہب کے علماء پر کیچڑ اچھالا جاتا ہے۔اس صورت حال میں عامۃالناس میں بھی ایک دوسرے کے مسلک و مذہب کے خلاف نفرت کے جذبات ابھرتے ہیں۔ڈاکٹر شعبان محمد اسماعیل اللہ لکھتے ہیں:

> ومن الأسباب ظهور الخلافات التي تأتي نتيجة لاختلاف العلماء في الفتاوى الفردية والتي توقع الأمة في الحرج، وهذا أمر معلوم للعامة والخاصة وأقرب شاهد ذلك ما۔۔۔الخ.[2]

(اجتماعی اجتہاد کی دعوت کے) اسباب میں سے ایک سبب یہ ہے کہ انفرادی فتاوی میں اختلافات کے نتیجے میں باہمی مخالفتیں بڑھ جاتی ہے۔اور امت تنگی میں مبتلا ہو جاتی ہے۔یہ ایک ایسی بات ہے جو ہر خاص و عام کے علم میں ہے۔اس مسئلے کا بہترین شاہد وہ اختلاف ہے جو علماء کے مابین خصص سرٹیفکیٹس کی حلت وحرمت کے بارے میں پیدا ہوا۔ یہاں تک کہ یہ اختلاف باہمی طعن وتشنیع اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے کی حد تک پہنچ گیا۔اس قسم کے شدید اختلاف کا عام مسلمانوں پر بہت ہی برا اثر پڑا۔ اگر اس مسئلے کو کسی فقہی مجلس یا اکیڈمی کے ذریعے حل

---

[2] ایضاً ص121 Ibid :p121

کر لیا جاتا جیساکہ بالآ خرایسا ہی کیا گیا تو ہم اس سب کچھ سے بچ سکتے تھے۔جماعت کی رائے انفرادی رائے کے مقابلے میں نسبتا صحیح ہوتی ہے اوریہ بھی ہے کہ اجتماعی رائے انفرادی رائے کے بالمقابل زیادہ قابل قبول ہوتی ہے۔"

بعض علماء کا خیال ہے کہ مسلمانوں میں تفرقے کی بنیاد ہی انفرادی اجتہاد ہے لہذا اس پر پابندی لگا دینی چاہیے اورصرف اجتماعی اجتہاد کے منہج کو برقرار رکھا جائے۔شیخ عبدالوہاب خلاف اہل اللہ فرماتے ہیں کہ جن مسائل میں قرآن وسنت میں کوئی صریح حکم نہیں ہے تو ان میں اجتماعی اجتہاد ہو گا۔وہ لکھتے ہیں:

الذين لهم الاجتهاد بالرأى هم الجماعة التشريعية الذين توافرت في كل واحد منهم المؤهلات الاجتهادية التي قررها علماء الشرع الإسلامي فلا يسوغ الاجتهاد بالرأى لفرد مهما أوتي من المواهب واستكمل من المؤهلات، لأن التاريخ أثبت أن الفوضى التشريعية في الفقه الإسلامي كان من أكبر أسبابها الاجتهاد الفردى.[3]

جن لوگوں کے پاس اجتہاد بالرائے کا اختیار ہے ان سے مراد وہ قانون ساز جماعت ہے جس کے ہر ایک رکن میں وہ اجتہادی صلاحیت پائی جاتی ہو جس کی طرف علماء نے رہنمائی کی ہے۔کسی بھی فرد کو اجتہاد بالرائے کا اختیار نہیں ہے چاہے وہ کس قدر اہلیت و صلاحیت اور کمالات کیوں نہ رکھتا ہو۔کیونکہ تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ فقہ اسلامی میں قانونی انتشار کے بڑے اسباب میں سے ایک اہم سبب انفرادی اجتہاد بھی ہے۔"

ہمارے خیال میں شیخ کی یہ رائے درست نہیں ہے۔اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اجتماعی اجتہاد کی اہمیت مسلم ہے لیکن اس کا یہ مطلب بالکل بھی نہیں ہے کہ اجتماعی اجتہاد کی مدح سرائی میں انفرادی اجتہاد جو کہ اس کی اصل ہے اس کا رد کرنا شروع کر دیا جائے اور بغیر کسی دلیل کے فرقہ وارانہ تعصب کی بنیاد ائمہ سلف کے انفرادی اجتہاد کو قرار دیا جائے۔ڈاکٹر شعبان محمد اسماعیل اللہ ،شیخ عبد الوہاب خلاف ڈالنے کی اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فوصف الاجتهاد الفردى بالفوضى فيه مبالغة من جهة و من جهة أخرى فيه إنكار لمجهور عديد من العلماء المبرزين في الاجتهاد الفردى عبر العصور المختلفة أمثال أبي حنيفة، ---الخ.[4]

---

[3] خلاف،عبدالوھاب،مصادر التشریع الاسلامی،(2011)،ص13

Khïlâf, Abd al-Wàhãb, Mãsådïr al-Táshrï al-Islámï, , (2011), p. 1

[4] الشرفی،عبدالحمید السوسوۃ،الاجتہاد الجماعی فی التشریع الاسلامی،، ص122

Al-Shàrfï, Abdūl Hàmïd Al-Süsùwà, Ijtimàhï Ijtîhad ïn Islãmïc, (1997), p122

انفرادی اجتہاد کو لا قانونیت قرار دینے میں ایک اعتبار سے مبالغہ ہے۔ دوسرے پہلو سے اس بیان میں مختلف زمانوں کے نامور علمائے مجتہدین مثلاً امام ابوحنیفہ امام مالک امام شافعی امام احمد بن حنبل، امام لیث بن سعد امام ابو ثور امام ابن تیمیہ امام ابن قیم اور امام شوکانی وغیرہ کی اجتہادی کاوشوں کا انکار بھی شامل ہے، جنھوں نے امت مسلمہ میں وہ فکری بیداری پیدا کی کہ جس کا انکار ممکن نہیں ہے۔ اجتماعی اجتہاد کی اہمیت بیان کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی بھی حال میں انفرادی اجتہاد کا انکار ہی کر دیا جائے۔

فقہ الواقع کا صحیح علم نہ ہونا

تہذیب و تمدن کی ترقی سے پیدا شدہ نئے علوم و فنون میں اس قدر وسعت ہو گئی ہے کہ کسی ایک شخص کے لیے ان سب علوم کا احاطہ کرنا تقریبا ناممکن ہے۔ خصوصاً علم معاشیات اور میڈیکل سائنس نے بہت سے افعال و اعمال کے بارے میں جواز اور عدم جواز کے سوالات پیدا کر دیے ہیں۔ ایک عالم دین جس نصاب تعلیم سے گزرتا ہے اس میں معاشیات، طب یا دوسرے معاصر علوم و فنون کی تعلیم و تربیت شامل نہیں ہوتی۔ لہذا ان مسائل میں انفرادی فتوی جاری کرنے کے لیے بہت زیادہ محنت و تحقیق کی ضرورت پڑتی ہے۔ مثال کے طور پر کلوننگ جائز ہے یا ناجائز؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔ جس کا جواب اسی صورت دیا جا سکتا ہے جبکہ یہ بھی معلوم ہو کہ کلوننگ فی الواقع کیا چیز ہے؟۔ پس کلوننگ سے متعلقہ جمیع معلومات کو فقہ الواقع کا علم کہتے ہیں۔ کریڈٹ کارڈ کا استعمال جائز ہے یا ناجائز ؟ ایک تو اس مسئلے کا شرعی پہلو ہے جبکہ دوسرا واقعاتی یعنی کریڈٹ کارڈ کیا چیز ہے؟ یہ فقہ الواقع کا مسئلہ ہے۔ فقہ الواقع کو جاننے کے بعد پر اس پر فقہ الاحکام کا اطلاق کیا جاتا ہے اور فقہ الواقع پر فقہ الاحکام کی اس تطبیق کا نام اجتہاد ہے۔

اجتہاد کی ایک صورت حکم شرعی کی تلاش ہے جبکہ دوسری صورت اس حکم کا اطلاق۔ اجتہادی کی دوسری قسم کو فقہاء کی اصطلاح میں تحقیق المناط بھی کہتے ہیں۔ پس حکم شرعی کے اطلاق میں فقہ الواقع کا علم ہونا از بس ضروری ہے۔ عصر حاضر میں تحقیق المناط میں صحیح رائے تک پہنچنے کے لیے اجتماعی اجتہاد ایک بنیادی ضرورت کا درجہ رکھتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہو گی کہ علماء کی ایک جماعت کسی بھی جدید مسئلے میں متعلقہ علوم کے ماہرین فن کے ساتھ بیٹھ کر پہلے اس مسئلے کو سمجھے گی اور پھر اس پر

حکم شرعی کا اطلاق کرے گی۔یہ واضح رہے کہ فقہ الواقع کو سمجھنے میں تو ماہرین فن سے مشورہ کیا جائے گا لیکن حکم کا اطلاق صرف علماء کی جماعت ہی کرے گی۔ڈاکٹر عبد المجید السوسو اللہ لکھتے ہیں:

أن الكثير من القضايا المستجدة قد يحيط بها الكثير من الملابسات والتشعبات والصلات بقضايا وعلوم متعددة مما يجعل القدرة على فهم كل جوانبها ومتعلقاتها۔۔الخ.[5]

اکثروبیشتر جدید مسائل کو اس قدر مختلف حالات اور تنوعات نے گھیرا ہوتا ہے اوران مسائل کا دوسرے علوم و واقعات کے ساتھ ایسا تعلق ہوتا ہے کہ اجتماعی اجتہاد کے بغیران قضایا کے جمیع پہلوؤں اور متعلقات کے احاطے پر قدرت حاصل نہیں ہوتی۔اکیلے شخص کے لیے یہ مشکل ہے کہ وہ ان مسائل سے متعلقہ جمیع علوم وفنون کا احاطہ کر سکے۔لہذاان مسائل میں انفرادی اجتہادی آراء عموماً کوتاہی پر مبنی ہوتی ہیں۔پس بعض اوقات ایک عالم دین ان پیچیدہ اور الجھے مسائل میں ایک پہلو کو مد نظر رکھتا ہے تو دوسرا پہلو اوجھل ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے ناقص رائے سامنے آتی ہے۔"

بعض اوقات فقہ الواقع کا صحیح فہم نہ ہونے کے سبب سے علماء کے لیے انفرادی اجتہاد میں خطا کے امکانات بڑھ جاتے ہیں اور کسی حتمی رائے تک پہنچنے میں بہت زیادہ وقت صرف ہوتا ہے۔ مولانا زاہد الراشدی یہ لکھتے ہیں :

دوسری طرف علمائے کرام کا یہ طرز عمل بھی محل نظر ہے کہ محل سے ناواقفیت یعنی متعلقہ مسئلہ کے مالہ وماعلیہ اور اس کے حوالے سے مروجہ عرف و روایات سے عدم آگاہی کے خلا کو متعلقہ شعبہ کے کچھ افراد سے پوچھ کچھ کی صورت میں پُر کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے اور حالات زمانہ اور مروجہ عرف و روایات سے اس درجہ کی عملی ممارست کو ضروری نہیں سمجھا جارہا جو کسی زمانے میں ہمارے فقہاء کا طرہ امتیاز ہوتی تھی۔مثال کے طور عبادات اور لاؤڈ سپیکر کے جواز وعدم جواز کی بحث پر ایک نظر ڈال لیجیے جس میں طویل بحث و مباحثہ کے بعد کسی حتمی نتیجہ تک پہنچنے میں ہمیں کم و بیش ربع صدی کا وقت لگا اور اگر اس کے اسباب کا تجزیہ کریں تو سب سے بڑا سبب وہی لاؤڈ سپیکر کے تکنیکی معاملات "عملی ممارست" کا فقدان قرارپائے گاجس نے ہمیں ربع صدی تک تکنیکی بحث میں الجھائے رکھا۔[6]

---

[5] الشرفی، عبدالحمید السوسوۃ، الاجتہاد الجماعی فی التشریع الاسلامی، (1997) ، ص87

Al-Shàrfi, Abdūl Hàmïd Al-Süsùwà, Ijtimàhï Ijtîhad ïn Islãmïc, (1997), p87

[6] قادری، محمد طاہر، عصر حاضر اور فلسفہ اجتہاد، منہاج القرآن پبلیکیشنز، لاہور (2019)، ص15

وسائل حمل و نقل کا ارتقاء

آئمہ سلف کے دور میں وسائل حمل و نقل بہت کم تھے۔ایک سے دوسرے شہر سفر کرنے کے لیے سینکڑوں میل کا فاصلہ اونٹوں،گھوڑوں اور خچروں پر مہینوں میں طے کیا جاتا تھا۔اس لیے ایک شہر کے علماء کے لیےایک جگہ جمع ہونا توکسی قدر ممکن تھالیکن مختلف اسلامی شہروں کے علماء و مجتہدین کا جمع ہوکر کوئی فقہی مجلس قائم کرنا اور اس مجلس کے ماہانہ یا سالانہ بنیادوں پر اجلاس منعقد کرنا ایک بہت مشکل امر تھا۔عصر حاضر میں ذرائع حمل و نقل میں انقلابی تبدیلیوں کی وجہ سے دنیا کے تمام یا اکثر ممالک کے علماء کو ماہانہ یا سالانہ بنیادوں پر جمع کرنابہت ہی آسان اور سہل ہوگیا ہے۔علاوہ ازیں ایک جگہ جمع ہوئے بغیر بھی کسی فقہی مجلس کے انعقاد کے امکانات آئے روز بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ انٹرنیٹ،ٹیلی فون موبائل،کمپیوٹراور کیبل وغیرہ نے باہمی رابطے کو بہت ہی آسان کر دیا ہے۔ماضی میں جہاں انسان مہینوں کی مسافت طے کرنے کے بعد پہنچتا تھا آج وہاں گھنٹوں میں پہنچا جا رہا ہے۔ڈاکٹر محمد الدسوقی لکھتے ہیں:

فإن واقعنا المعاصر يقتضي منا اهتماماً خاصاً بالاجتهاد الجماعي لأمرين: أولاً: تيسير لقاء الفقهاء مهما تناءت الأقطار والديار فقد يسرت...الخ.[7]

ہمارا معاصر ماحول ہم سے دو وجوہات کی بنا پر اجتماعی اجتہاد کے اہتمام کا مطالبہ کرتا ہے۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ گھر اور علاقے جس قدر دور ہی کیوں نہ ہو پھر بھی فقہاء کے لیے ایک جگہ مل بیٹھنا آسان ہو گیا ہے۔اور یہ آسانی معاصر ذرائع مواصلات سے پیدا ہوئی ہے۔جیسا کہ ساری دنیا نے مل کر ایک بین الاقوامی تنظیم بنائی ہوئی ہے جو مختلف ممالک کی مشکلات پر غور و فکر کرتی ہے اور ان کے بارے میں قرار دادیں پاس کرتی ہے اسی طرح عالم اسلام کے لیے بھی یہ ممکن ہے کہ ان کی ایک فقہی کانفرنس ہو جس میں ائمہ فقہاء کی باہم ملاقات ہو۔فقہاء کی یہ کانفرنس سیاسی خواہشات اور باہم دیگر متضاد فکری

Qãdrï, Mūhāmmād Tåhïr, Phïlôsóphy of Ijtîhàd, Mïnhàj Al-Qürān Püblïcàtïóns, Låhörē (2019), p.15

[7] الشرفی،عبدالحمید السوسوۃ،الاجتہاد الجماعی فی التشریع الاسلامی،(1997)،ص134
Al-Shàrfi, Abdūl Hàmïd Al-Süsùwà, Ijtimàhï Ijtîhad ïn Islãmïc, (1997), p134

رجحانات سے دور رہتے ہوئے ایک طے شدہ علمی لائحہ عمل کے مطابق ان مسائل پر بحث کرے جو آج امت کو در پیش ہیں۔"

اب تو ویڈیو کانفرنس کا تصور بھی بہت عام ہوگیا ہے۔ جس میں کچھ لوگ ایک جگہ موجود ہیں جبکہ کچھ دوسرے اصحاب ٹیلی ویژن سکرین کے ذریعے اس مجلس کی گفتگو میں شریک ہوتے ہیں۔ مجلس کی کاروائی کا گھر بیٹھے مشاہدہ بھی کرتے ہیں اور پھر ٹیلی فونک رابطے کے ذریعے اپنی آراء و تجاویز بھی پیش کرتے ہیں۔

جدید مسائل کا پیچیدہ ہونا

علوم و معارف کی ترقی اور ایجادات کے انقلاب نے مسائل کو بہت زیادہ گھمبیر اور پیچیدہ بنا دیا ہے۔ پرانے زمانے میں لوگوں کی معاشرت، رہن سہن، کاروبار زندگی اور روزمرہ کے معاملات انتہائی سادہ تھے لہذا ایک فقیہ اور مجتہد کے لیے واقعاتی صورت حال کو سمجھنا اور اس کے بارے میں کوئی شرعی رہنمائی فراہم کرنا آسان تھا۔ عصر حاضر میں زندگی کے مختلف شعبے اور علوم اس طرح آپس میں مل گئے ہیں کہ ان کی تنقیح اور چھان پھٹک کرتے ہوئے اصل واقعاتی صورت کو نکھارنا اکیلے فرد کے لیے بہت مشکل ہو گیا ہے۔ اس لیے اس بات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ فقہ الواقع کو نکھارنے کے لیے ماہرین فن کی ایک جماعت چاہیے جو مختلف علوم کی روشنی میں متعدد پہلوؤں سے واقعے کی صورت حال کو واضح کرنے کی کوشش کریں۔ ڈاکٹر شعبان محمد اسماعیل لکھتے ہیں :

ظهور العديد من القضايا التي صاحبت النمو وتطوير الحياة ، مثل: التعامل مع المصارف والتسليف لأغراض تجارية وزراعية وعقارية ومسائل التأمين۔۔الخ.[8]

انسانی زندگی کی نشوونما اور ترقی سے کئی ایک پیچیدہ مسائل پیدا ہو گئے ہیں مثلاً بینکوں کے ساتھ معاملات کی حدود تجارتی، زرعی اور سرمایہ کارانہ مقاصد کے تحت قرضے جاری کرنا انشورنس کے مختلف مسائل جوائنٹ اسٹاک کمپنیاں کہ جن کے اصل زر کا علم نہ ہو جدید معاشی عقود مثلاً برآمدات اور اسٹاک ایکسچینج نے جو قیمت نکالی ہے اس پر حصص کی خرید و فروخت ،بحری اور ہوائی جہازوں کو آڈر پر تیار کروانے کے معاہدے وغیرہ کرنسی کے تبادلے اور خرید و فروخت کے صیغوں کی رعایت ہنڈی اور ڈرافٹ بل کی ادائیگی میعادی بیوع زمین کی پیداوار

[8] عروسی، تاج عبد الرحمن، الفقہ الاسلامی فی میزان التاریخ، مکتبہ رحمانیہ، (2016)، ص 135
Al-Arósï, Tàj Abd al-Ràhmàn, Fîqh al-Islámï fi Mīzån al-Tárïkh, Māktāba Rāhmānia, (2016), p. 135

کے عوض اس کا کرایہ قرض کی واپسی اس کے حصول والے دن کی قیمت پر ہو گی یا اس مسئلے میں کوئی رستہ نکالا جائے گا۔ جدید آلات اتصال مثلا فیکس ،ٹیلی فیکس اور ای میل و غیرہ کے ذریعے عقود کا اجراء ایک جسم سے دوسرے جسم میں اعضاء کی منتقلی اور خاص طور پر نئے اعضا تخلیق کر کے ان کی پیوندکاری کہ جس میں ڈاکٹروں کی ایک خاص رائے ہے اور اس کے علاوہ کئی ایک جدید مسائل ایسے ہیں کہ جن میں انفرادی اجتہاد کفایت نہیں کرے گا بلکہ اس میں باہمی مشاورت اور علماء کی ایک جماعت کی آراء سے کوئی رائے نکالی جائے گی۔"

مجتہد مطلق کے حصول میں ابعاد

یہ فکر بھی علماء کے حلقے میں عام پائی جاتی کہ علوم و معارف کی وسعت اور فقہ الواقع کے تنوع کی وجہ سے عصر حاضر میں مجتہد مطلق کا وجود بہت مشکل ہو گیا ہے۔ اجتماعی اجتہادات کے ذریعے فقہی مجالس اس خلاء کو پر کر سکتی ہیں۔ اگرچہ انفرادی طور پر علماء میں مجتہد مطلق کی شرائط کا کامل درجے میں پایا جانا ناممکن ہے لیکن مختلف علوم و فنون میں مہارت رکھنے والے علماء و متخصصین کی ایک جماعت اجتماعی طور پر ان شرائط پر پورا اتر سکتی ہے جو سلف صالحین نے اجتہاد مطلق کے ذیل میں بیان کی ہیں۔ ڈاکٹر عبدالمجید لکھتے ہیں:

الاجتهاد الجماعي يوجد التكامل في الاجتهاد على مستوين مستوى المجتهد ومستوى النظر في القضية محل الاجتهاد. أما التكامل على مستوى المجتهد فإن مما لاشك فيه أن تحقق الشروط الموضوعة لبلوغ درجة المجتهد المطلق صعبة المنال في عصرنا هذا لذلك ففی الاجتهاد الجماعي يكمل العلماء بعضهم بعضاً ويكونوا بمجموعهم في مستوى المجتهد المطلق.[9]

اجتماعی اجتہاد سے اجتہاد کی دو سطحوں پر کمال پیدا ہوتا ہے۔ ایک تو مجتہدین کی سطح پر اور دوسرا عمل اجتہاد یعنی واقعاتی سطح پر جہاں تک مجتہد کی سطح پر کمالیت کے حصول کا معاملہ ہے تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ درجہ اجتہاد تک پہنچنے کے لیے جو شروط مقرر کی گئی ہیں، ہمارے اس زمانے میں ان تک پہنچنا بہت ہی مشکل ہے۔ اس لیے اجتماعی اجتہاد میں علماء میں سے بعض بعض کی تعمیل کرتے ہیں اور اس طرح مجموعی طور پر یہ سب علماء مجتہد مطلق کے درجے تک پہنچ جاتے ہیں۔

---

[9] الشرفی، عبدالحمید السوسوۃ، الاجتہاد الجماعی فی التشریع الاسلامی، (1997)، ص 90
Al-Shàrfi, Abdūl Hàmïd Al-Süsùwà, Ijtimàhï Ijtîhad ïn Islãmïc, (1997), pp. 90

اجتماعی اسلامی فقہ کا حصول

اجتماعی اجتہاد کا ایک اہم محرک یہ بھی ہے کہ اس عمل کے ذریعے مدون ہونے والی فقہ اسلامی فقہ کہلائے گی۔اس اجتماعی فقہ کے مسلمانوں کی معاشرتی زندگی پر بہت گہرے اور مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔باہمی منافرت کی جگہ محبت والفت کی فضا پروان چڑھے گی۔مختلف مکاتب فکر کے علماء اور ان کے متبعین کے لیے ہمدردی و اخوت کا جذبہ نمایاں رہے گا۔عامۃ الناس کا علماء کے طبقے پر اعتماد بڑھے گا اور اسلام کے بارے میں سیکولر عناصر کا یہ اعتراض رفع ہو جائے گا کہ کون سا اسلام درست ہے؟ حنفی،شافعی، مالکی یا حنبلی؟۔ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں :

دور جدید میں اسلام کے سیاسی نظام کے بارے میں غور وخوض ہو رہا ہے اسلام کی دستوری تصورات پر کتابیں لکھی جارہی ہیں مسلم ممالک میں مباحثے ہو رہے ہیں ۔یہ کام پاکستان میں بھی ہو رہا ہے۔ مصر اور دوسرے عرب ممالک میں بھی ہو رہا ہے۔ان میں سے کسی کام کو حنفی یا شافعی یا حنبلی یا مالکی مسلک کی حدود میں محدود نہیں کیا جا سکتا۔اس وقت دنیائے اسلام میں اسلامی دستور سازی کا کام ہو رہا ہے۔حنفی دستور سازی یا مالکی اور حنبلی دستور سازی کا کام نہیں ہو رہا ہے۔پاکستان میں اگر اسلامی دستور کی طرف پیش رفت ہوئی ہے تو وہ اسلامی دستور کی طرف پیش رفت ہوئی ہے کسی حنفی یا مالکی دستور کی طرف پیش رفت نہیں ہوئی ہے۔اس لیے فقہ اسلامی کا یہ نیا ارتقاء اور یہ نیا رجحان مسلکی نہیں،بلکہ مسلکی حدود سے ماوراء ہے۔اس لیے آئندہ آنے والے سال، عشرے یا صدی مسلکوں کی صدی نہیں ہوگی بلکہ یہ فقہ اسلامی کی مشترک صدی ہو گی۔[10]

ڈاکٹر محمود احمد غازی نے اس فقہ کو کوسموپولیٹن ،فقہ کا نام دیا ہے۔ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

اب وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دنیائے اسلام میں باہمی مشاورت اور اشتراک عمل سے اجتہادی کام کیا جا رہا ہے۔اس اجتماعی اجتہاد کے نتیجہ میں فقہی مسالک کی حدود مٹ رہی ہیں۔ ایک نئی فقہ وجود میں آرہی ہے جس کو نہ فقہ حنفی کہہ سکتے ہیں نہ مالکی نہ حنبلی نہ جعفری بلکہ اس کو اسلامی فقہ ہی

---

[10] السالیس, محمد علی،تاریخ الفقہ الاسلامی، مطبع معارف دار المنفین اعظم گڑھ،(1989)،ص 72
Al-Sàlìs, Mūhāmmād Alï, Hïstóry of Fïqh al-Islámï, Mütàbà Mààrïf Dàrül Münfïn Azàmgàrh, (1989), p. 72

کہا جائے گا۔میں اس کے لیے Cosmopolitan Fiqh یعنی عالمی یا ہر دیسی فقہ کی اصطلاح استعمال کرتا ہوں۔[11]

ایک تو جدید مسائل میں اجتماعی اجتہاد کے ذریعے اسلامی فقہ کا حصول ہے اسی طرح مذاہب اربعہ اور اہل الحدیث کے کبار علماء پر مشتمل ایک ایسی فقہی مجلس تشکیل دینی چاہیے جو سابقہ فقہی اقوال میں اجتہاد کرتے ہوئے ان میں راجح و مرجوح کا تعین کرے اور جمیع فقہی مذاہب سے استفادہ کرتے ہوئے فقہ اسلامی کا ایک جامع انسائیکلو پیڈیا تیار کیا جائے ۔دوسری بات یہ ہے کہ مختلف مکاتب فکر کے علماء کی ایک جماعت اجتماعی اجتہاد کے لیے جمع ہو گی تو وہ کسی ایک مذہب کے دائرے میں رہتے ہوئے یا ایک ہی فقہ کے اصول و فروع پر اپنے اجتہاد کی بنیاد نہیں رکھے گی بلکہ اجتہاد کی اس قسم میں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، ظاہری اور اہل الحدیث کے مصادر علمیہ سے یکساں طور پر استفادہ کیا جائے گا یعنی سلف صالحین کے جمیع فقہی ذخیرے کو ایک ہی فقہ شمار کرتے ہوئے اس سے استفادہ ممکن ہوگا۔ ڈاکٹر طاہر منصوری لکھتے ہیں :

اجتماعی اجتہاد کی تحریک کا ایک امتیازی وصف یہ ہے کہ اس میں تمام فقہی مسالک اور فقہاء کرام کے فقہی ذخیرہ کو بڑی حد تک مشترکہ علمی ورثہ سمجھاجاتا ہے۔ اس میں تمام فقہاء کرام کے اجتہادات وفرمودات سے یکساں استفادہ کیا جا تاہے۔نئے مسائل کے حل میں کسی خاص فقہی مسلک پر انحصار کرنے کی بجائے تمام مسالک کے فقہی ذخائر سے رہنمائی حاصل کی جاتی ہے اور وہ نقطہ نظر اختیار کیا جاتاہے جوقرآن وسنت کی تعلیمات سے مطابقت رکھتا ہو اور بندگان خدا کے مصالح اور عصر حاضر کے تقاضوں سے زیادہ ہم آہنگ ہو۔اس طرح اجتماعی اجتہاد کے نتیجہ میں ایک نئی اجتماعی فقہ وجود میں آرہی ہے جو پوری امت مسلمہ کا مشترک علمی، فکری اور قانونی سرمایہ ہے۔[12]

سلف صالحین کے طریقے کی اتباع

---

[11] ایضا، ص109 Ibid, p 109

[12] قادری، محمد طاہر، عصر حاضر اور فلسفہ اجتہاد، منہاج القرآن پبلیکیشنز، لاہور(2019)، ص11
Qādrī, Mūhāmmād Tāhir, Philōsóphy of Ijtīhād , Mīnhāj Al-Qūrān Pūblicātións, Lāhōrē (2019), p.1

اجتماعی اجتہاد کا منہج و طریقہ کار کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ دورنبوت خلفائے راشدین تابعین عظام اور ائمہ اربعہ کے دور میں اس کا بہت رواج تھا۔خلفائے راشدین کا دور اجتماعی اجتہاد کے عروج کا زمانہ ہے۔حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طرز عمل یہ تھا کہ جب ان کو کوئی نیا مسئلہ درپیش ہوتاتومدینہ میں موجود صحابہ کرام کو بلواتے اور ان سے اس بارے مشورہ لیتے تھے اور باہمی مشاورت کے بعد کوئی رائے جاری کر دیتے تھے۔تابعین کے زمانے میں مدینہ میں فقہائے سبعہ کی علمی مجلس قائم تھی۔تاریخ کی کتب میں حضرت امام مالک اور امام ابو حنیفہ کی فقہی مجالس کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔ائمہ اربعہ کے دور کے بعد بھی تاریخ اسلامی کے مختلف ادوار میں گاہے بگاہے اجتماعی اجتہاد کی کاوشیں جاری رہیں۔بر صغیر پاک وہند میں فتاوی عالمگیریہ اور سلطنت عثمانیہ میں مجلة الأحكام العدلية کی ترتیب وتدوین اجتماعی اجتہادی کاوشوں کا ہی نتیجہ ہے۔ لہذا عصر حاضر میں اجتماعی اجتہاد کے طریقہ کار کو فروغ دینا درحقیقت خیر القرون کی سنت کو زندہ کرنے کے مترادف ہے۔مولانا مجاہد الاسلام قاسمی اللہ فرماتے ہیں:

یہ اجتماعی اجتہاد و قیاس اس امت میں کوئی نئی چیز نہیں ہے۔غور کیا جائے تو پورے تسلسل کے ساتھ اس کی نظیر میں ہمیں پچھلے چودہ سو سال کے اندر ملتی ہیں اور خود عہد رسالت کے اندر ملتی ہیں۔اُساری بدر (بدر کے قیدیوں)کے واقعہ میں سرورکائنات نے صحابہ کرام بھی سے مشورہ کیا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟حضرات علمائے کرام کومعلوم ہے کہ مشورہ کے بعد فیصلہ ہوا اس میں خطا ہوئی اور اس پر عتاب بھی ہوا یہ اجتماعی اجتہاد تھا۔حضرت عمرفاروق بھی ایسی ایک مجلس بنائی تھی ایسی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں کہ جو بھی نئے مسائل امت کو پیش آتے خلفائے راشدین صحابہ کرام کو جمع کر کے ان سے دریافت کرتے کہ آپ نے کوئی حدیث اس سلسلہ میں حضور ﷺ سے سنی ہو تو بتائیں اگر حدیث مل جاتی تو فیصلہ ہو جاتا ورنہ اجتہاد و قیاس سے فیصلہ کیا جاتاتھا۔امام اعظم ابو حنیفہ نے اپنے شاگردوں کے ساتھ بحث و مذاکرہ کا سلسلہ قائم فرمایا اور تقریباً چالیس عظیم المرتبت تلامذہ کے ساتھ اجتماعی اجتہاد و قیاس کا سلسلہ جاری رکھا۔عالمگیر نے فتاوی عالمگیریہ مرتب کرنے کے لیے علماء کو جمع کیا اس زمانے میں حالات بدلے ہوئے تھے نئے مسائل پیدا ہوتے تھے انہیں حل کرنے کی ضرورت تھی اس لیے فتاوی عالمگیریہ مرتب ہوا۔اس زمانہ کے فقہاء کی جلیل القدر جماعت مقرر کی گئی۔مجلة

الأحکام العدلیۃ خلافت عثمانیہ میں مرتب ہوا یہ بھی علماء ہی کی ایک عظیم جماعت نے مرتب کیا۔[13]

قانون سازی میں معاونت

اسلامی تاریخ کے چودہ سو سالوں میں کسی خطہ ارضی میں کوئی متعین اسلامی قانون نافذ نہیں رہا بلکہ عدالتوں میں موجود مجتہد قاضی کسی ایک خاص مسلک کی فروعات یا اپنے ذاتی اجتہادات کی روشنی میں مقدمات کے فیصلے فرمایا کرتے تھے۔اسلامی ممالک میں قانون سازی کا رواج مغرب سے درآمد شدہ ہے۔ غیر مسلم ممالک ریاستوں اور اداروں کے ساتھ تجارتی، معاشی اور معاشرتی تعلقات بڑھنے کی وجہ سے مسلم ریاستوں میں بھی قانون سازی کی ضرورت محسوس کی گئی۔بہت سے اسلامی ممالک میں علماء نے قانون سازی کے اس عمل کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں آگے بڑھانے پر زور دیا۔جس وجہ سے عصر حاضر میں فقہی اقوال کی قانون سازی کا رجحان بہت بڑھ گیا ہے۔اکثر و بیشتر اسلامی ممالک میں سلف صالحین کے فقہی ذخیرے سے استفادہ کرتے ہوئے اسلامی قانون سازی کی طرف پیش رفت ہو رہی ہے۔یہ بتلانا مقصود ہے کہ قانون سازی کا یہ عمل اسی صورت بہتر اور مطلوب مقاصد حاصل کر سکتا ہے جبکہ اس کی بنیاد اجتماعی اجتہاد ہو۔اگر کسی ایک شخص کی اجتہادی آراء کو بطور قانون نافذ کر دیا جائے گا تو اس میں بہت سی کوتاہیاں ہوں گی۔علاوہ ازیں اجتماعی اجتہاد کی بنیاد پر قانون سازی کرنے کی صورت میں عوام الناس کا اطمینان نسبتاً زیادہ حاصل ہوگا۔شیخ احمد شاکر لکھتے ہیں :

ثم إن الاجتهاد الفردى غير منتج في وضع القوانين بل يكاد يكون محالاً أن يقوم به فرد أو أفراد والعمل الصحيح المنتج هو الاجتهاد الجماعي، فإذا تبودلت الأفكار وتداولت الآراء ظهر وجهالصواب إن شاء الله.[14]

انفرادی اجتہاد قوانین کے وضع کرنے میں غیر مفید ہے بلکہ شاید ناممکن ہے کہ ایک یا کچھ افراد مل کر یہ کام کر سکیں۔ اس کا صحیح و مفید طریقہ کار یہی ہے کہ اجتماعی اجتہاد کے ذریعے یہ کام ہو۔جب افکار کا باہم تبادلہ خیال ہو جائے اور آراء عام ہو جائیں تو صحیح رائے سامنے آ ہی جاتی ہے۔اگر اللہ چاہے!۔

---

[13] دارمی، عبد الرحمن، سنن الدارمی، باب اختلاف الفقہاء،(1412ھ)ج1،ص159
Al-Dármi, Abdūl Rāhmān , Sünàn Al-Dármi, Chàptèr ikhtîlàf of the Fïqh, (1412 AH) V1, p. 15

[14] الشرفی،عبدالحمید السوسوۃ،الاجتہاد الجماعی فی التشریع الاسلامی،(1997)،ص128
Al-Shàrfi, Abdūl Hàmïd Al-Süsùwà, Ijtimàhï Ijtîhad ïn Islãmïc, (1997),p. 128

شیخ احمد شاکر ہم نے ایک اور جگہ اسلامی ریاست میں قانون سازی کا طریقہ بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

فالخطة العملية فيما أرى أن تختار لجنة قوية من أساطين رجال القانون وعلماء الشريعة لتضع قواعد التشريع الجديد غير مقيدة برأى أو مقلدة لمذهب إلا نصوص الكتاب و السنة وأمامها أقوال الأئمة وقواعد الأصول وآراء الفقهاء وتحت أنظارها رجال القانون كلهم ثم تستنبط من الفروع ما تراه صواباً مناسباً لحال الناس وظروفهم مما يدخل تحت قواعد الكتاب والسنة ولا يصادم نصاً ولا يخالف شيئاً معلوماً من الدين بالضرورة .[15]

"میری رائے میں اس کا عملی طریقہ کار یہ ہے کہ ماہرین قانون اور علمائے شریعت کے ماہرین کی ایک جماعت منتخب کی جائے جو کسی خاص مذہب کی تقلید یا کسی خاص رائے کی پابندی کے بغیر نصوص قرآن و سنت کی روشنی میں نئی قانون سازی کے قواعد و ضوابط ایجاد کرے۔ یہ کمیٹی سابقہ ائمہ کے اصول اور فقہی آراء کو سامنے رکھے۔ تمام ماہرین قانون اس کمیٹی کی سرپرستی میں ہوں اور پھر یہ کمیٹی لوگوں کے احوال و ظروف کے مناسب اور کتاب وسنت کے قواعد کے تحت فروعی مسائل مستنبط کرے۔ لیکن اس کے اجتہادات نہ تو کسی نص سے متصادم ہوں اور نہ ہی دین کی کسی ضروری شیء کے انکار پر مبنی ہوں۔

اجماع کا حصول

قرآن و سنت کے بعد اجماع مجتہدین ایک اہم شرعی دلیل ہے۔ عصر حاضر میں اجماع کے حصول کا سب سے بڑا ذریعہ اجتماعی اجتہاد ہے۔ اجماع کی دو بڑی قسمیں ہیں۔ ایک اجتماع تام کہ جس میں اجماع کی تمام شرائط پائی جاتی ہوں اور دوسرا اجماع ناقص کہ جس میں اجماع کی بعض شرائط مفقود ہوں۔ اجتماعی اجتہاد ایک اعتبار سے اجماع ناقص ہوتا ہے لیکن اجماع تام کے درجے کو پہنچ سکتا ہے۔

ويرى بعض المفكرين أن الاجتهاد الجماعي يمكن أن يكون هو الجسر الذي يوصل إلى الإجماع التام و ذلك أن الحكم الذي يتوصل إليه بالاجتهاد الجماعي يمكن عرضه على بقية العلماء المجتهدين فإن وافقوا عليه صراحة كان ذلك إجماعاً صريحاً و إن سكتوا بعد علمهم كان إجماعاً سكوتياً ."[16]

---

[15] ایضاً، ص129 — Ibid, P129

[16] عبدالمجید، الدکتور، الاجتهاد الاجتماعی واهمیته فی نوازل العصر، (1437ھ)، ص11

بعض مفکرین کا کہنا یہ ہے کہ اجتماعی اجتہاد اجماع تام تک پہنچنے کے لیے ایک پل کا کام دے سکتاہے۔اس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ جس مسئلے میں علماء کی کوئی اجتماعی رائے سامنے آئے اسے بقیہ علمائے مجتہدین کے سامنے پیش کیا جائے۔پس اگر وہ صراحتا اس کی تائید کر دیں تو یہ اجماع صریح ہو جائے گا اور اگر وہ اس کو جاننے کے بعد اس میں خاموشی اختیار کریں تو یہ اجماع سکوتی ہوگا۔"

استاذ علی حسب اللہ علیہ لکھتے ہیں :

وذهب بعض العلماء إلى اعتبار الاجتهاد الجماعي إجماعاً ناقصاً حيث قسموا الإجماع إلى نوعين: إجماع كامل وهو الذي يتم فيه اتفاق كل المجتهدين ، والاجماع الناقص۔۔الخ[17]

بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ اجتماعی اجتہاد کو اجماع ناقص شمار کر لیا جائے جیسا کہ علماء نے اجماع کی دو قسمیں بیان کی ہیں:اجماع کامل اور اس سے مراد تمام مجتہدین کا اتفاق ہے اور اجماع ناقص کہ جس میں اکثر مجتہدین کا اتفاق ہوتا ہے ۔اس کو بعض اوقات اجتماعی اجتہاد بھی کہہ دیتے ہیں۔ اس رائے کے حاملین کا کہنا یہ ہے کہ اجماع کامل امر واقعہ میں صرف انہی مسائل میں ثابت شدہ ہے جو ضروریات دین سے متعلق ہیں اور ان مسائل میں آپ جس بھی عالم دین سے ملیں گے وہ آپ کی موافقت ہی اختیار کرے گا اور اپنے ماقبل والوں سے اس کو نقل کرے گا۔اس کی مثال یہ ہے کہ اس بات پر اجماع کے دادا بھائیوں کی موجودگی میں بھی وارث ہوتا ہے اور یہ کہ دادی کے ساتھ نکاح ماں کی طرح حرام ہے اور اگر ماں نہ ہو تو دادی کی وارث ہوتی ہے اور یہ کہ ام الولد (وہ لونڈی جس سے مالک کی اولاد ہو) کی بیع حرام ہے۔

بعض علماء نے اجتماعی اجتہاد کو اجماع واقعی کا نام دیا ہے۔ان علماء کا کہنا یہ ہے کہ اُصول فقہ کی اصطلاح میں اجماع تام امرواقعہ میں کبھی بھی واقع نہیں ہوا بلکہ صحابہ ہی اسلام کے دور میں بھی جن مسائل پر اجماع کا دعوی کیا جاتا ہے وہ درحقیقت جمہور صحابہ کے اجتماعی اجتہاد سے ثابت شدہ مسائل ہیں۔

ڈاکٹر عبدالمجید الموسوۃ لکھتے ہیں:

Abdūl Majëëd, Al-Dàktór, Al-Ijthààd al-Sàqqàlï wa Ahïmïta fi Nãwåzàl al-Asr, (1437 AH), p. 11

[17] الشرفی، عبدالحمید السوسوۃ،الاجتہاد الجماعی فی التشریع الاسلامی،(1997)، ص82

Al-Shàrfi, Abdūl Hàmïd Al-Süsùwà, Ijtimàhï Ijtîhad ïn Islãmïc, (1997), p. 82

فإذا كان اتفاق كل المجتهدين الذي هو أساس الإجماع متعذر فإن اتفاق أكثر المجتهدين لن يكون متعذراً، وهذا ما جعل بعض العلماء يذهب إلى---الخ.[18]

پس جب اجماع کی بنیاد یعنی جمیع مجتہدین کا اتفاق تو ناممکن ہے لیکن اکثر مجتہدین کا اتفاق ایک ناممکن امر نہیں ہے۔اسی تصور کے بارے میں بعض علماء کا کہنا یہ ہے کہ اصولی اجماع کبھی واقع ہی نہیں ہوا بلکہ در حقیقت اجتماعی اجتہادات کا وقوع ہوا ہے۔اور جس کو اجماع کا نام دیا گیا ہے وہ اصل میں اجتماعی اجتہاد ہے۔ان علماء نے اجتماعی اجتہاد کو اجماع واقعی کا نام دیا ہے یعنی یہ مختلف اسلامی ادوار میں بالفعل واقع ہوا ہے۔ جبکہ اصولی اجماع عملی طور پر کبھی بھی واقع نہیں ہوا۔اس رائے کی دلیل یہ بھی ہے کہ صحابہ کے بارے میں جن اجماعات کا دعوی کیا گیا ہے وہ در حقیقت اجتماعی اجتہادات تھے کیونکہ جب بھی خلفاء کو کوئی ایسا مسئلہ در پیش ہوتا کہ جس میں کتاب وسنت کی کوئی صریح نص موجود نہ ہوتی تو وہ مسلمانوں کے سرداروں، بہترین لوگوں اور علماء کو جمع کرتے اور ان سے مشورہ کرتے تھے۔ جس رائے پر ان کا یہ مشورہ ختم ہوتا اس کو حکم شرعی تصور کیا جاتا۔یہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے اجتماعی اجتہاد تھا۔کیونکہ اس مشاورت کے لیے جو لوگ جمع ہوتے تھے وہ جمیع صحابہ نہ تھے۔خلفاء میں سے کسی ایک کے بارے میں یہ مروی نہیں ہے کہ اس نے اس مشاورت میں شریک صحابہ کرام کے علاوہ اور دوسرے شہروں میں موجود بقیہ علماء صحابہ کرام کی رائے کی موافقت ہونے تک حکم شرعی میں توقف کیا ہو۔“

ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے اجتماعی اجتہاد کے ذریعے اجماع تام کے حصول کی ایک تجویز پیش کی ہے۔ذیل میں ہم وہ تجویز شیخ صاحب کے الفاظ میں بیان کر رہے ہیں۔ شیخ صاحب لکھتے ہیں:

وهذا الاجتهاد الجماعي المنشود يتمثل في صورة مجمع علمي إسلامي عالمي يضم الكفاآت العليا من فقهاء المسلمين في العالم دون نظر إلى إقليمية أو مذهبية أو جنسية--الخ.[19]

اور یہ مطلوب اجتماعی اجتہاد ایک بین الاقوامی علمی اسلامی اکیڈمی کی صورت میں ہونا چاہیے۔یہ مجلس علاقائی مذہبی یا جنسی بنیادوں کی بجائے عالم اسلام کے اعلی صلاحیتوں کے مالک فقہاء پر مشتمل ہو۔کوئی شخص اس اکیڈمی کی رکنیت کا امیدوار اپنی فقاہت اور تقوی کی بنیاد پر ہو سکتا ہے نہ کہ فلاں حکومت یا اس نظام سے تعلق یا فلاں حکمران اور اس نگران سے رشتہ داری۔یہ ایک لازمی امر ہے کہ اس اکیڈمی کو مکمل آزادی حاصل ہونا کہ یہ مجلس اپنی رائے صراحت سے بیان کرے اور بغیر کسی حکومتی دباؤ یا رعب یا معاشرے کے شدید دباؤ کے اپنی قرارداد میں جرات سے پاس کرے۔اور اگر اس اکیڈمی کے علماء کا اجتہادی مسائل میں

---

[18] ایضا،ص81 Ibid

[19] الشرفی، عبدالحمید السوسوۃ،الاجتہاد الجماعی فی التشریع الاسلامی،(1997)،ص184
Al-Shàrfi, Abdūl Hàmid Al-Süsùwà, Ijtimàhï Ijtïhad ïn Islãmïc, (1997), p. 184

سے کسی ایک مسئلے کے بارے میں کسی رائے پر اتفاق ہو جائے تو اس کو عصر حاضر کے مجتہدین کا اجماع کہتے ہیں۔ یہ اجماع فتوی اور قانون سازی میں حجت ہوگا۔ اگر ان علماء کا آپس میں اختلاف ہو جائے تو جمہور کی رائے راجح ہو گی جب تک راجح قرار دینے کا کوئی دوسرا شرعی سبب موجود نہ ہو۔ اسی طرح یہ اجتماعی اجتہاد انفرادی اجتہاد پر فیصلہ کن حیثیت نہیں رکھتا اور نہ ہی اس سے بے نیاز کر سکتا ہے کیونکہ اجتماعی اجتہاد کا رستہ جن بنیادی تحقیقات کی روشنی میں منور ہوتا ہے وہ مجتہد افراد کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں تاکہ ان پر اجتماعی مناقشہ ہو سکے۔ انہی انفرادی تحقیقات پر بحث و مکالمے کے بعد اکیڈمی کی اجتماعی یا اکثری قرارداد پاس ہوتی ہے... اس صورت میں افراد کے پاس اجتہاد کا حق باقی رہے گا بلکہ اجتہادی عمل اپنی ذات میں بنیادی طور پر ایک انفرادی عمل ہے۔ ہماری رائے کے مطابق مجتہدین افراد کی تحقیقات پر باہمی مشاورت کا نام اجتماعی اجتہاد ہے۔"

اجتماعی اجتہاد کی بعض صورتیں ایسی ہیں کہ اگر اس میں جمہور کا اتفاق ہو جائے تو اس اتفاق کو اجماع کی سی حجیت حاصل ہوتی ہے۔ ڈاکٹر شعبان محمد اسماعیل اللہ لکھتے ہیں:

وغالباً ما يكون في المستجدات التي ليس فيها نص من كتاب أو سنة فيه مجال للرأى من المصالح الدنيوية التي تختلف باختلاف الزمان أو المكان كالإجماع على إمامة شخص بعينه، أو على إعلان حرب على عدو وهذا في الواقع اجتهاد اجماعي له من الحجية ما للإجماع الكامل وإلى ذلك ذهب كثير من العلماء الأجلاء مثل: ابن جرير الطبرى وأبى بكر الرازي وأبي الحسين الخياط، وبعض المعتزلة والإمام أحمد بن حنبل في إحدى الروايتين عنه ..[20]

غالباوہ جدید مسائل کہ جن میں قرآن وسنت میں کوئی صراحت نہیں ہے ان میں ایسی دنیاوی مصالح جو زمان ومکان کے اعتبار سے تبدیل ہوتی رہتی ہیں، کی وجہ سے رائے دہی کا امکان ہے جیسا کہ کسی شخص کی امامت پر اجماع ہے یا دشمن سے اعلان جنگ پر اتفاق ہے۔ یہ فی الواقع اجتماعی اجتہاد ہی کے ذریعے حاصل ہوتا ہے اور اس اجتماعی اجتہاد کو اجماع جیسی کامل حجیت حاصل ہوتی ہے۔ جلیل القدر علماء کی ایک جماعت کی یہی رائے ہے جیسا کہ امام ابن جریر طبری، ابو بکر رازی، ابوالحسن خیاط معتزلہ کی ایک جماعت اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل ماتم کی یہی رائے ہے۔"

شوریٰ کے قرآنی حکم کی تعمیل

قرآن مجید میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف مسائل میں صحابہ کرام سے مشورہ کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[20] عیتانی، باسم حسین، الاجتھاد الجماعی تاصیل وتاخیل، (2003)، دار الصابونی، ص187

Eïtánï, Bàssêm Hüssêïn, Ijtîhad al-jàma'i Tàsïl & Tàkhïl, (2003), Dàr al-Sàbóünï, p 187,

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ [21]

اور (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ان سے مختلف امور میں مشاورت فرمائیں۔

بعض مفسرین نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں حضرت ابوہریرہؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

ما رأيت أحدا أكثر مشورة لأصحابه من رسول الله ﷺ. [22]

میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو بھی صحابہ کرام سے مشورہ کرتے نہیں دیکھا۔"

بعض آئمہ سلف کی رائے یہ ہے کہ آپ کو صحابہ کرام سے مشاورت کا جو حکم دیا گیا تھا اس کے جاری کرنے میں حکمت یہ تھی کہ مابعد کے زمانوں میں آنے والوں کے لیے بطور سنت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل جاری ہو جائے۔ حضرت حسن بصری اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قد علم أنه ليس به إليهم حاجة وربما قال: ليس له إليهم حاجة ولكن أراد أن يستن به من بعده. [23]

یہ بات معلوم ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرام سے مشورے کی حاجت وضرورت نہ تھی، لیکن آپ نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے مابعد والوں کے لیے اس بارے میں کوئی سنت جاری کریں۔

قال أبو جعفر وأولى الأقوال بالصواب في ذلك أن يقال: إن الله عز وجل أمر نبيه بمشاورة أصحابه فيما حزبه من أمر عدوه ومكايد حربه تألفاً منه بذلك من لم تكن بصيرته بالإسلام البصيرة التي يؤمن عليه معها فتنة الشيطان وتعريفاً منه أمته مأتى الأمور التي تحزبهم من بعده ومطلبها ليقتدوا به في ذلك عند النوازل التي تنزل بهم فيتشاوروا فيما بينهم كما كانوا يرونه في حياته ﷺ يفعل. [24]

ابن جریر طبری ہے کا کہنا ہے کہ (اس آیت کی تفسیر میں وارد تین متنوع اقوال میں سے سب سے بہتر قول ان مفسرین کا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ عز وجل نے اپنے نبی ﷺ کو اپنے صحابہ جو اللہ سے دشمنان اسلام کی ان جنگی چالوں وغیرہ کے بارے میں مشورہ کرنے کا حکم جاری فرمایا کہ جن سے آپ کو سابقہ پڑتا تھا تاکہ اس مشورے سے آپ ﷺ کے وہ ساتھی آپ ﷺ سے

---

[21] آل عمران: 159:3 — Al-Imràn:3:159

[22] ایضا — Ibid

[23] الشوریٰ: 38:42 — Al-Shuri: 38:42

[24] الرازی، فخر الدین، تفسیر ابن حاتم الرازی، (1998)، دار الکتاب العلمیہ، ج3، ص467

Al-Ràzî, Fàkhr al-Dīn, Tàfsêêr Ibñ Hàtîm Al-Ràzî, (1998), Dàr al-Kītāb al-Ilmīyyāh, Vol.3, p. 467

الفت محسوس کریں کہ جن کی اسلام کے بارے میں بصیرت اس قدر واضح نہیں تھی کہ وہ اس بصیرت کے ہوتے ہوئے شیطان کے فتنوں سے محفوظ رہ سکتے اور (اس مشورے کا ایک اور فائدہ یہ بھی تھا کہ اس مشورے کے عمل سے اُمت کو ان مختلف مسائل کے پیش آنے اور ان کی تلاش کے (طریقہ کے) حوالے سے متنبہ کرنا مقصود تھا کہ جو امت کو آپ سلام کی وفات کے بعد در پیش آنے والے تھے تاکہ مختلف حوادث کے پیش آنے کے وقت وہ اس فعل (مشاورت) میں آپ سلام کی اقتداء کریں اور آپس میں اسی طرح مشورہ کریں جس طرح وہ آپ سال بیایم کی زندگی میں آپ کو مشورہ کرتے دیکھتے تھے۔"

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ) [25]

اور ان (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے فیصلے باہمی مشاورت سے طے ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر عبد المجید السوسوۃ اللہ لکھتے ہیں:

يتحقق في الاجتهاد الجماعي مبدأ الشورى في الاجتهاد وذلك أن أعضاء المجلس الاجتهادي يمارسون الشورى بتبادل الآراء وتمحيص الأفكار وتقليبها على كل الوجوه حتى يصلوا إلى رأى يتفقون عليه أو ترجحه الأغلبية وفي هذا تطبيق لمبدأ الشورى الذى أمرنا الله به في قوله تعالى: ﴿وَأَمْرُهُمْ سورى بينهم وقوله تعالى: ﴿ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ. [26]

اجتماعی اجتہاد میں اجتہادی شوریٰ کی بنیاد پوری ہوتی ہے اور وہ اس طرح کہ فقہی مجلس کے مختلف اراکین آراء کے باہمی تبادلۂ افکار کی چھان پھٹک اور ان کو ہر اعتبار سے پرکھتے ہوئے باہمی مشاورت کی مشق کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ سب ایک یا ان کی اکثریت ایک رائے پر متفق ہو جائیں ۔اس عمل میں شوریٰ کے اس بنیادی حکم کی تعمیل ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے اور ان کے معاملات باہمی مشاورت سے ہوتے ہیں اور ان سے معاملات میں مشورہ کریں میں دیا ہے۔"

خلاصہ بحث

عصر حاضر میں کتابت کے انداز و اسلوب میں نمایاں تبدیلیوں کی وجہ سے فقہ اسلامی کے ذخیرے کو از سر نو ایک نئی آسان فہم اور جدید اسلوب کے مطابق ترتیب دینے کی بھی ضرورت محسوس ہوتی ہے تاکہ علماء کے علاوہ وکلاء عوام الناس اور جج

---

[25] طبری، جعفر محمد بن جریر، تفسیر الطبری، (2001)، دار عالم الکتب، ج7، ص445
Tābārī, Jàâfàr Mūhāmmād bīn Jàrïr, Tàfsêêr al-Tābārī,, (2001), Dàr Alàm āl-Kütüb, vol. 7, p. 445.

[26] الشرفی، عبد الحمید السوسوۃ، الاجتہاد الجماعی فی التشریع الاسلامی، (1997)، ص77
Al-Shàrfi, Abdūl Hàmïd Al-Süsùwà, Ijtimàhï Ijtîhad ïn Islãmïc, (1997), p. 77

حضرات بھی اس فقہی ذخیرے تک رسائی حاصل کر سکیں۔ یہ اتنا بڑا کام ہے کہ کسی ایک فرد کے لیے ایسا کرنا تقریباً ناممکن ہے بلکہ علماء فقہاء اور ماہرین قانون کی ایک جماعت مل کر یہ کام کر سکتی ہے۔ انفرادی اجتہاد کی صورت میں ایک مجتہد عموماً دوسرے مکاتب فکر کے علماء کے موقف سے تو کسی حد تک آگاہ ہوتا ہے لیکن اس موقف کی شرعی بنیادیں یا اس کی دلیل کی قوت اس پر اسی صورت واضح ہوتی ہے جب اسے مخالف رائے رکھنے والے علماء سے مل بیٹھنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ کچھ جھلک اوپر کی سطور میں دیکھی جا چکی۔ کے باوجود جہاں جہاں ایک دوسرے کو پورے طور پر سمجھا نہیں گیا وہاں غلط فہمیاں بلکہ محاذ ہے یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ باہمی میل جول سے محبت واخوت کی فضا بڑھتی ہے اور خواہ مخواہ کے سوئے ظن اور الزام تراشیوں میں کمی آتی ہے۔ سلف صالحین اس باہمی ربط کا بہت اہتمام کرتے تھے۔ اس اہتمام کا یہ نتیجہ تھا کہ امام شافعی جملے نے امام محمد اللہ کی اور امام محمد نے امام مالک برائے امام شافعی جانتے نے امام مالک بنانے اور امام احمد نے نے امام شافعی جاننے کی شاگردی اختیار کی۔ عالم اسلام کے مغرب یعنی مراکش، تیونس، الجزائر موریطانیہ اور لیبیا وغیرہ میں اس وقت کیا کچھ علمی کام ہو رہا ہے بر صغیر پاک وہند کے علماء اس سے ناواقف ہیں۔ مدارس دینیہ یا اسلامی جامعات کی لائبریریوں میں شاذ ہی کوئی کتاب ایسی نظر آئے جو بلاد مغرب کے فقہاء وعلماء کے علمی کام کا نتیجہ ہو۔ زیادہ سے زیادہ ہمارے ہاں سعودی یا مصری علماء کی تحقیقات کتابی صورت میں کسی نہ کسی طرح پہنچ جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ اکثر وبیشتر عرب ممالک، خلیجی ممالک براعظم افریقہ کے مسلم ممالک انڈونیشیا، ملائیشیا اور غیر مسلم ممالک میں رہائش پذیر مسلمان علماء کی تحقیقات سے آج ہم ناواقف ہیں اور اس کی بنیادی وجہ باہمی ربط و تعلق کا فقدان ہے۔ اجتماعی اجتہاد کی صورت میں اس رابطہ و تعلق کو بڑھاتے ہوئے علمی دنیا میں بہترین اور معتدل نتائج پیدا کیے جا سکتے ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License